باب نمبر 7

حل مشکلات اور عقیدۂ صحابہ رضی اللہ عنہم

افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ

الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا o

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَاَعْظَمَ شَانُہٗ وَاَتَمَّ بُرْہَانُہٗ کی حمد وثناء اور حضور پُرنُور، شافعِ یوم النشور، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں، سیّدِ سروراں، احمدِ مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درودوسلام عرض کرنے کے بعد

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکرودانش، نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین!

اللہ تعالیٰ کے فضل اورتوفیق سے آج ہم رمضان المبارک کے پُرنُور لمحات میں ادارہ صراط مستقیم کے فہمِ دین کورس کے ساتویں درس میں شریک ہیں۔آج کا موضوع

''حلِّ مُشکلات اور عقیدۂ صحابہ رضی اللہ عنہم'' ہے

میری دعا ہے خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ ہم سب کو قرآن وسُنّت کا فہم عطا فرمائے۔ قرآن وسُنّت کی ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے کہ وہ ایسے پروگرام میں شرکت کی سعادت نصیب فرماتا ہے اور مسلسل ان دروس میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ میری دُعا ہے کہ خالقِ کائنات ان اُٹھے ہوئے قدموں کو جو اس کے راستے میں چل کے یہاں پہنچے ہیں۔ ان کے چلنے کو قبول کرے اور دلوں کی آہوں اور دُعاؤں کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔

آج کا دَرس بھی نہایت اہم ہے۔ یعنی حلِّ مُشکلات اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جس دین کی تعلیم دی اُس کا اظہار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی کے ہر لمحے میں ہوتا رہا۔ یہی وہ لوگ تھے جو قرآن وسُنّت کی تعلیمات کا عملی تفسیری کردار نظر آتے تھے۔ قرآن وسُنّت کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ صرف اللہ ہی معبود ہے اور وہ ہی ساری مخلوق کا پالنہار ہے اور وہ قادر مطلق ہے اور وہ ہی کائنات میں متصرف بالذات ہے۔ اگر اُس کا حکم نہ ہو تو ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا اور اگر اُس کا اذن نہ ہو تو کائنات کا ذرہ بھی اپنے آپ کو برقرار نہیں رکھ سکتا

خالق کائنات جل جلالہٗ لوگوں کے احوال کو جانتا ہے اور اُن کی دعاؤں کو سنتا ہے۔ وہ اُن کی دعاؤں کو قبول کر کے مشکلات کو حل فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نیابتاً کچھ بندوں کو اپنی قدرت کا مظہر بنایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اُن بندوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ وہ بندے بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے

اللہ تعالیٰ کے بندوں کیلئے مددگار بن جاتے ہیں۔ اپنی ذاتی حیثیت میں وہ کسی کو تنکا بھی عطا نہیں کر سکتے اور ایک پتے کو حرکت بھی نہیں دے سکتے۔ لیکن جس حیثیت سے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظہر ہوتے ہیں اُن کے زور بازو کا ہم اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔

خالق کائنات جل جلالہٗ ان ذوات سے اپنی قدرتوں کا اظہار کرتا ہے اور بندوں میں سے بعض کو بعض کیلئے اپنے اذن سے اور اپنی دی ہوئی طاقت سے مددگار بنا دیتا ہے۔ قرآن مجید برہان رشید میں سے میں نے سورہ نمل کی آیت ۶۲ آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ

Or he who listens to distitute when he calls upon him.

وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ

and removes the evil

وَیَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ

and makes you sucessors in the earth

ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ

Is there any other god along with Allah?

قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ

very little you reflect.

قرآن مجید برہان رشید کے اس مقام پر خالق کائنات نے استفہامیہ انداز میں اپنی توحید کے ایک منظر کو بیان کیا ہے۔

رب ذوالجلال ارشادفرماتا ہے:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ کیاوہ جولا چار کی آہ کواور پکار کوسنتا ہے۔

اِذَا دَعَاہُ جب وہ لا چاراُس کو پکارتا ہے۔

وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ اوراُس سے برائی کودورکرتا ہے۔

یَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ زمین میں تجھے اپنی نیابت وخلافت عطافرماتا ہے۔

ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ. کیا کوئی اور بھی اللہ تعالیٰ کے سوا ہے جواللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ کام کرنے والا ہو جواب اسی آیت سے ماخوذ ہوتا ہے کہ اور کوئی بھی تیرے علاوہ نہیں ہے۔وہ صرف اللہ ہی جومضطر کی پکار کوسن کراُس کی مدد کرتا ہے۔

قَلِیْلاً مَّا تَذَکَّرُوْنَ. اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے،بہت کم تم نصیحت حاصل کرنے والے ہواورتم بہت کم دھیان دینے والے ہو۔

اس مقام پراللہ تعالیٰ کا خطاب مسلسل مشرکین سے ہے اوراُس وقت مشرکین کی سوچ کا معیار تھا۔اللہ تعالیٰ اُس کومسترد کررہا ہے اور مومنین میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا کہ جواللہ کی شان کا انکار کرنے والا ہواوراللہ تعالیٰ کی رضا کے سوا کسی اورکوایسا ماننے والا ہو۔

اس کے بعداللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے: تَعَالَی اللّٰہُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ

اللہ تعالیٰ اُس سے بلندوبالا ہے جولوگ شرک کرنے والے ہیں۔

مشرکین کودعوت حق دی گئی اوراُنکواس بات کی طرف متوجہ کیا گیا کہ رب ذوالجلال کی ذات ہے جومتصرف حقیقی ہے۔پکارنے والے کی پکارکوسنتی ہے اوراُس کو جواب دیتی ہے اوراُس کے غم کودورکرتی ہے۔

لہٰذا اُس کی توحید کو مانتے ہوئے اُس کے محبوب علیہ السلام کا کلمہ پڑھتے

ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ کیونکہ وہی ذات حقیقی طور پر تمہاری مشکلات کو حل کرنے والی ہے۔ کوئی بت یا طاغوت ایسا نہیں ہے جس کو یہ صلاحیت دی گئی ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا فضل ہے اور اُسی فضل سے ہی وہ لوگوں کی مشکلات کو دور فرماتا ہے۔

قرآن مجید کے اس مقام میں رب ذوالجلال نے مشرکین کے طرز فکر کو تو مسترد کر دیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنائے ہوئے ہیں۔ بت اور طاغوت کو مشکلات میں پکارتے ہیں اور اُن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کسی طرح بھی تمہاری مدد نہیں کر سکتے۔

وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو پکارنے والے کی پکار کو سنتی ہے۔ اس کے مفہوم کو واضح کرنے کیلئے قرآن مجید کی سورۃ یوسف کی آیت نمبر ۹۳ کو سامنے رکھیے تاکہ پتہ چلے کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے تبرکات یا اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے جو اللہ تعالیٰ کے اذن سے مدد ملتی ہے اُس کی طرف متوجہ ہونا اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ کو مشکل کشا ماننا ہے' یہ ایسا عقیدہ ہے جس سے توحید کے عقیدے میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی جا چکی تھی اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں مسلسل آنسو بہا رہے تھے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو مصر سے ایک تحفہ دے کر بھیجا اور اُن سے فرمایا:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا

(سورہ یوسف، آیت ۹۳)

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ''میری یہ قمیص لے جاؤ اس کو میرے والد کے چہرے پر ڈال دینا۔ یَاْتِ بَصِیْراً اُن کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی اور بینائی بحال ہو جائے گی۔

یہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اسرار توحید اور رموز وحدانیت ان کیلئے کوئی اجنبی سبق نہیں۔ یہ خود لوگوں کو توحید کے جام پلانے آئے تھے اور خود انہوں نے مشرک کے شرک کو توڑ کر انہیں توحید کا علمبردار بنایا۔

ایک مشکل وقت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیص کو بھیج کر اس بات کو واضح کر رہے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی برکت جب اللہ کی مخلوق میں شامل ہوتی ہے تو اُس وقت اللہ تعالیٰ کو متصرف بالذات سمجھتے ہوئے ایسی چیز کو درمیان میں رکھنے سے عقیدہ توحید میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بظاہر تو قمیص کو آنکھوں پہ رکھا جا رہا تھا اور قمیص جب آنکھوں سے لگی تو آنکھوں میں چمک آ گئی اور اُجالے آ گئے۔

اس میں شرک نہیں تھا۔ اس واسطے کہ حقیقت میں اُن کا خیال اور اُن کا عقیدہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر تھا کہ وہی اللہ بیماری کو دور کرنے والا ہے۔ اُس کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے نبی کی برکت سے ایک قمیص کو نوازتا ہے تو اُس قمیص کا فیض غیر اللہ کا فیض نہیں ہوگا غیر اللہ میں تو فیض ہوتا ہی نہیں۔ اُس میں جو بھی برکتیں آتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے آئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور فضل کا وہاں سے اظہار ہو رہا ہے۔ نہ تو قمیص بھیجنے والوں کا عقیدہ معاذ اللہ شرکیہ تھا اور نہ ہی لے جانے والوں کا عقیدہ شرکیہ تھا اور نہ ہی قمیص کو آنکھوں پہ سجانے والے اللہ کے نبی کا عقیدہ شرکیہ تھا۔

یہ سارے توحید کے علمبردار تھے اور توحید کے پرستار تھے۔ ایک چیز کو مفید سمجھ کر استعمال بھی کر رہے تھے تو قرآن مجید نے یہ فرق واضح کر دیا کہ بت اور طاغوت کی مدد کا اسلام میں کسی لحاظ سے بھی تصور پیدا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کی مدد کا مظہر سمجھنا اس عقیدے سے کہ وہ مدد اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہے اور اُس کی

توفیق سے ہے۔ اگر خدا نہ چاہے تو اُس سے ذرہ بھر بھی فائدہ نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ اپنے اذن سے جو چاہے مخلوق کے کسی فرد سے فائدہ دلوا سکتا ہے۔

یہ وہ عقیدہ ہے جو انفرادیت کے اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو عطا فرمایا۔ بتوں کی طرف متوجہ ہونے والی ہلاکت اور چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے جو مظہر ہیں اُن کی طرف اسباب کے لحاظ سے متوجہ ہونا لیکن حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھنا اور معاملہ ہے۔ یہ وہ عقیدہ ہے جس کو قرآن وسنت نے تفصیل سے بیان فرمایا ہے:

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ اپنی تفسیر عزیزی میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں اور مسئلہ استعانت اور حل مشکلات پر تفصیلاً بحث کی ہے۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حقیقی مددگار ہے۔ اگر اللہ کے بندوں میں سے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کو ایسا مددگار مان لیا جائے جس کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت کا محتاج سمجھا جائے اور اللہ تعالیٰ کے اذن کا محتاج سمجھا جائے تو اُس سے مدد مانگنا اور اُس کا مدد کرنا یہ دونوں باتیں ہی اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے منافی نہیں ہیں۔

یہاں اس مدد کی نفی کی جا رہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں معبود بنا کے مدد مانگی جائے یا کسی کو اللہ تعالیٰ کے سوا متصل بالذات سمجھ کر مدد مانگی جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طاقت وقدرت کا بھی محتاج نہیں ہے اور اذن کا بھی محتاج نہیں ہے۔ ایسی مدد کی نفی کی جا رہی ہے اور توحید پرست اپنے عقیدے کا اظہار کر رہا ہے۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنَ

میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور تجھ ہی سے حقیقی مدد چاہتا ہوں۔عبادت میں دو قسمیں نہیں ہیں اور عبادت مجازی ہوتی ہی نہیں لیکن مدد حقیقت و مجاز میں تقسیم ہوتی ہے اس واسطے درجنوں احادیث ہیں جس میں اللہ کے سوا مجاز اً مدد چاہی گئی ہے اور مجاز اً مدد کی گئی ہے۔اس عقیدے کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اپنی زندگی میں عملاً ثابت کیا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی تفسیر میں فرماتے ہیں

دریجا باید فہمید کے استعانت از غیر بوجھی کہ اعتماد ہر آن

غیر باشد وَاُو را مظہر عون الہٰی ندا ند حرام است

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس جگہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا غیر سے مدد مانگنا اس طرح کہ اُس پر ہی اعتماد ہو اور اُس کے غیر کو اللہ تعالیٰ کی مدد کا مظہر نہ جانے اُس کو مستقل بذات سمجھے کہ یہ اپنے پاس سے کر رہا ہے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کر رہا ہے اگر کوئی بندہ ایسا کرتا ہے تو یہ حرام ہے۔اسی طرح مدد مانگنا حرام ہے

اگر التفات محض بجانب حق است وَاُو را یکے از مظاہر عون دانستہ

اگر کوئی شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے مدد مانگتا ہے لیکن اُن کو اللہ تعالیٰ کی مدد کا مظہر جانتا ہے اس وقت بھی اُس کی توجہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف برقرار ہے۔

اُسی کو کائنات کا متصرف بالذات سمجھتا ہے اُسی کو ہی قادر مطلق سمجھتا ہے بندہ جس فرد سے مدد مانگ رہا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی مدد کا مظہر مانا ہوا ہے کہ مدد اللہ تعالیٰ ہی

کی ہے لیکن اس جگہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد کا ظہور ہو رہا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں:

بغیر استعانت نماید

یہ عقیدہ رکھتے ہوئے غیر سے استعانت چاہتا ہے تو

دور از عرفاں نخواہد بود

یہ بات معرفت سے دور نہیں ہے۔

ودر شرع نیز جائز است

اور شریعت میں اس کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ یہ شریعت میں بھی جائز ہے۔

وانبیاء والیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند

اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء علیہم الرحمۃ اس قسم کی استعانت اللہ تعالیٰ کے غیر سے کرتے ہیں۔

درحقیقت ایں استعانت بغیر نیست بلکہ

استعانت بحضرت حق است

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس عقیدے کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے کسی فرد سے مدد چاہنا یا مخلوق کے کسی فرد کا کسی کی مدد کرنا کہ متصرف بالذات تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور یہ ولی یا نبی اللہ تعالیٰ کی مدد کا مظہر ہیں۔ اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ایسا عقیدے رکھ کے ان سے مدد چاہنا حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ ہی کی مدد ہے اس کو غیر کی مدد شمار نہیں کرنا چاہیئے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے ۱۹ پارے میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بڑی دور سے جو دو مہینے کی مسافت تھی تخت منگوایا' آنکھ جھپکنے سے پہلے جس وقت وہ

تخت اُن کی بارگاہ میں آیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ

یہ سب کچھ میرے رب کے فضل کی وجہ سے ہے اور یہ ساری طاقت میرے اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ اس کو لانے والا تو میرا ایک غلام ہے لیکن طاقت اس میں اللہ ہی کی ہے۔

اسی طرح بدر کے میدان میں مدد فرشتے کر رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

فرشتوں نے بدر میں مومنین کی مدد کی تو یہ مدد حقیقت میں اللہ کی مدد تھی۔ مدد کرنے کو اگرچہ فرشتے آئے تھے لیکن میری مدد کا مظہر تھے۔ غیر خدا کی مدد نہ کہو:

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۲۶)

یہ مدد اللہ تعالیٰ ہی کی ہے:

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو واضح لکھ دیا کہ غیر اللہ سے یہ عقیدہ رکھتے ہوئے مدد چاہتا ہے کہ اصل میں مددگار اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یہ اپنی طرف سے مجھے کچھ بھی نہیں دے سکتے۔ ایک پتہ بھی نہیں ہلا سکتے لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد کا جس وقت مظہر بنتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے سب کچھ کر لیتے ہیں۔ اس بنیاد پر اُن سے مدد مانگنا اور اُن کا مدد کرنا یہ دونوں شریعت مطہرہ کے عین مطابق ہیں۔ اس میں کسی قسم کی خرابی یا عقیدے میں خلل واقع نہیں ہوتا۔

یہ ایک بنیادی تمہید تھی اب دیکھنا یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حل مشکلات کے لحاظ سے کس طرح سیکھے ہوئے دین پر عمل کیا اور مختلف حاجات کے وقت کیسے بالواسطہ اللہ تعالیٰ کے دربار کی طرف متوجہ کیا۔

بخاری شریف جلد ۲، ص ۸۴۴ پر حدیث شریف موجود ہے۔ حضرت عطا بن

ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا:

اَلَا اُرِیْکَ اِمْرَئَۃً مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ

اے عطا بن ابی رباح کیا میں تمہیں جنّتی عورت نہ دکھاؤں۔ مطلب یہ تھا کہ تجھے جنّتی عورت پر مطلع نہ کروں تو حضرت عطاء کہتے ہیں ''میں نے کہا

بَلٰی

میں نے کہا کیوں نہیں۔ اگر طے شدہ جنّتی عورت کا پتہ چلے تو علم میں اضافہ ہو گا۔ یہ اُس کی کتنی بڑی سعادت ہے کہ باقی لوگوں کی جنّتوں کے فیصلے بعد میں ہونگے لیکن یہ فیصلہ تجھے بھی معلوم ہے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

ھٰذِہِ الْمَرْأَۃُ السَّوْدَآءُ

یہ سیاہ رنگ کی خاتون یقینی طور پر جنّتی خاتون ہے۔ جب پوچھا گیا کہ اس کے جنّتی ہونے کی دلیل کیا ہے۔ جنت تو چھپی ہوئی ہے اس کے فیصلے پوشیدہ ہیں ابھی حشر بپا ہوگا پھر حساب وکتاب ہوگا پھر اللہ تعالیٰ کے دربار میں فیصلے ہونگے۔ آپ کس بنیاد پر کہہ رہے ہیں کہ یہ یقیناً جنّتی خاتون ہے۔

تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی بھی ہیں اور مفسر بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ انہوں نے اپنے عقیدے کا اظہار کیا فرماتے ہیں:

اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

میرے ہوتے ہوئے یہ خاتون رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تھی۔

فَقَالَتْ اِنِّیْ اُصْرَعُ

اُس نے آکر کہا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے''۔

وَاَتَکَشَّفُ اور میں بے پردہ ہوجاتی ہوں۔

فَادْعُ اللّٰہَ لِیْ

میرے لئے اللہ تعالی سے دعا کرو تاکہ میرا مرض ٹھیک ہو جائے اور مجھ سے یہ مرض دور ہو جائے۔

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دعا کیلئے پہنچی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ سے سنتا ہے وہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتی تو یہ ہوسکتا تھا لیکن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس لئے حاضر ہوئی کہ آپ کا رب کی بارگاہ میں مقام ومرتبہ بہت بلند ہے۔ اس واسطے اس نے آپ کی سفارش کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لازمی سمجھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ جھڑکی نہیں دی کہ میری صحابیہ میں تو کلمہ پڑھانے کیلئے آیا تھا اور نماز وغیرہ کے مسائل سے آگاہ کرنا ہے یہ مرگی کے دورے تمہارے رب نے درست کرنے ہیں اور تم جہاں بیٹھو وہاں سے دعا مانگو اللہ تعالیٰ قبول فرمالے گا۔

لیکن آپ نے اُس خاتون کو کسی قسم کی کوئی جھڑکی نہیں دی اور نہ ہی اُس کے سوال کو مسترد کیا بلکہ کمال رحمت کا آپ نے اظہار فرما دیا۔ وہ آپ سے ایک معین چیز مانگنے آئی تھی۔ میرے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''میں تجھے دو چیزوں میں اختیار دیتا ہوں ان دو میں سے جو چاہو اختیار کرلو۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَکِ الْجَنَّۃُ

اگر تم اس بیماری پر صبر کرسکتی ہو تو صبر کرو۔ وَلَکِ الْجَنَّۃُ تمہارے لئے جنت کا فیصلہ آج کردیا جائے گا۔ ابھی تم جنتی قرار پاؤ گی۔

وَلَکِ الْجَنَّۃُ مطلب یہ ہے کہ اَلْجَنَّۃُ ثَابِتَۃٌ لَّکِ

ابھی تمہارے نام جنت لگادی جائے گی، تمہیں جنتی قرار دے دیا جائے گا۔

وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰہ اَنْ یُّعَافِیَکِ

اگر تو ابھی جنت نہیں لینا چاہتی تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں وہ ابھی بیماری کو دور فرمادے گا۔

اب یہ تمہاری مرضی ہے چاہو تو بیماری دور کروالو، اگر چاہو تو جنت کا سرٹیفکیٹ لے لو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ساتھ بیٹھے یہ ملاحظہ کررہے ہیں کہ:

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا

دریا بہادیئے ہیں دُر بے بہا دیئے ہیں

وہ صرف اپنی مرض کے لحاظ سے آئی تھی۔ میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا یہ معمولی سی بات ہے، اگر تم چاہو تو جنت آج ہی عطا کردیتا ہوں۔ اُس کے بارے میں تمہارا فیصلہ حتمی ہوجائے گا۔

قربان جاؤں اس صنف نازک پہ کہ بیماری کا مسئلہ کس قدر بندے کے چہرے کو پگھلادیتا ہے۔ وہ کہنے لگی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

اَصْبِرُ

بیماری کی چند گھڑیاں ہیں اور چند سال ہیں کوئی بات نہیں میں صبر کرتی ہوں مجھے جنت عطا فرمادو۔ میں اس بیماری پر صبر کرتی ہوں مجھے جنت ابھی دے دو جب اُس کے جنت کا فیصلہ ہوگیا تو کہنے لگی بیماری تو میں نے منظور کرلی۔

اِنِّیْ اَتَکَشَّفُ

بیماری کی حالت میں میں بے پردہ ہوجاتی ہوں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اتنی دعا کر دیں کہ مرگی کی حالت میں میں بے پردہ نہ ہونے پاؤں۔

فَدَعَا لَهَا

آپ نے فرمایا ''ٹھیک ہے میں دعا کر دیتا ہوں۔اگر چہ پہلے تم نے خود ایک چیز کا انتخاب اپنے اختیار سے کیا تھا۔اب تجھے مزید کوئی چانس نہیں دینا چاہئے تھا کہ تم کچھ اور بھی مانگو۔اس واسطے کہ تم نے جنت لے لی لیکن اگر تم کہتی ہو تو میں دعا کر دیتا ہوں۔مطلب یہ ہے کہ بیماری تو آئے گی لیکن تم کبھی بھی بے پردہ نہیں ہو سکوں گی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کیلئے دعا فرمادی۔

یہ وہ حقیقت تھی جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے دیکھی تھی۔پھر انہوں نے عقیدہ کیا بنالیا۔تابعین کو کہہ رہے ہیں جس نے یقیناً جنتی خاتون دیکھنی ہو وہ اس امراءۃ سوداء کو دیکھ لے۔

اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنا اور سرکار کا دینا اور سرکار کے پاس جانے سے کوئی فائدہ نہ ہوتا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اپنی مشکل کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حل کروانا جائز نہ سمجھتے ہوتے تو ان باتوں میں سے کوئی بات بھی سامنے نہ آتی۔

اور بالخصوص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بطور عقیدہ یہ بیان کرنا ہر بندے کیلئے آج لازم ہے۔آج جس وقت یہ حدیث ہم بیان کرتے ہیں تو کچھ لوگ بغیر سوچے سمجھے کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو آپ نے کہہ دیا تھا لیکن یہ معلوم نہیں آیا کہ ایسا ہوتا بھی ہے یا کہ نہیں۔اللہ تعالیٰ پتہ نہیں کیا فیصلہ فرمائے گا۔

لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ ہے کہ جو سرکار نے فرما دیا اُس کی اب خلاف ورزی نہیں ہو سکتی جس نے یقیناً جنتی خاتون کو ماننا ہے تو وہ امرءۃ سوداء ہے جس کی مشکل سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے حل ہوئی تھی۔

وہ چھوٹی مشکل حل کروانے گئی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی مشکل حل فرمادی اوران کو جنت عطا فرمادی اور پھر صحابی نے اس پر پکا یقین رکھ لیا ہے۔ ایک فیصد بھی اس میں شک باقی نہیں رہا۔ کہنے لگے یہ وہ ہیں جس کے جنتی ہونے کا فیصلہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں ہو چکا ہے۔

(۲) دوسرے نمبر پر جامع ترمذی میں بھی ہے اور مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے۔امام ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں اس کو حسن صحیح قرار دیا۔ حضرت عثمان بن حنیف اس حدیث کے راوی ہیں۔

اِنَّ رَجُلاً

ایک نابینا صحابی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں آیا

فَقَالَ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یُّعَافِیَنِیْ

وہ کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے عافیت عطا فرمادے۔

اب آپ دیکھیں کہ ان صحابہ کا عقیدہ کیسا ہے اوراپنی مشکل کیسے حل کرواتے ہیں۔ یہ اسلام کے اولین مخاطب لوگ ہیں جن کو توحید کے اسرار ورموز کا اچھی طرح پتہ ہے اوروہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کی طرف متوجہ ہونا اور اُن سے اپنی حاجت کا ذکر کرنا اوراُن کو درمیان میں وسیلہ بنانا اور اُن سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں سفارش کروانا یہ معاذ اللہ بت کی طرف جانے کے مترادف نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے غیر اُس کے دشمن کی طرف جانے کے مترادف نہیں ہے۔اگر ایسا ہوتا تو کوئی صحابی آپ کی بارگاہ میں اپنی مشکل کو حل نہ کرواتا۔اگر کوئی آتا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جھڑکی دے کر اُن کو پیچھے ہٹاتے کہ تم نے مجھ سے صرف نماز روزے کا مسئلہ پوچھنا ہے۔ یہ میری حیثیت نہیں کہ

میں تمہاری بیماریوں کا علاج کرتا رہوں اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں سفارشیں کرتا رہوں اور اُن کے بارے میں شفاعت کا بندوبست کرتا رہوں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اُس کو پکارو وہ تمہاری مشکل اور بیماری دور کردے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے سامنے یہ تبصرہ ہرگز نہیں کیا۔ بلکہ جو بھی آپ کی بارگاہ میں ایک چیز لینے آیا تو آپ نے اس کیلئے کئی چیزوں کا اعلان فرما دیا۔ یہاں پر بھی جس وقت صحابی عرض کرنے لگے "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں' اللہ تعالیٰ میری بینائی کو واپس لوٹا دے تو آپ نے اپنا دامن رحمت اُس کیلئے بھی کھول دیا اور آپ نے فرمایا:

اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ

اگر تمہاری مرضی ہے تو میں دعا کر دیتا ہوں اور اگر مرضی ہو تو اس پر صبر کرو۔

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ

اس بیماری پر صبر کرنا تمہارے لئے بہتر ہے اور اچھا رہے گا۔

ایک ہے آنکھوں کا مل جانا' دوسرا ہے نابینا ہونے کے بعد صبر کرنا۔ اگر تم اس پر صبر کرلو تو تمہیں جنت ملے گی اور اگر تم چاہتے ہو تو میں دعا کر دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں آنکھیں عطا فرما دے گا۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چیزوں میں صحابی کو اختیار دے دیا تو اُس صحابی نے عرض کیا:

فَادْعُ اللّٰهَ

آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے آنکھیں عطا فرما دے جنت تو ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے مل ہی جائے گی۔ آپ دعا کر دیں تو رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں ایسی دعا کرتا ہوں کہ جو قیامت تک کے لوگوں کو وہ طریقہ ملے گا۔ جو یہاں میرے پاس نہیں پہنچ سکے گا وہ جہاں بیٹھ کے بھی دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ اُس کی مشکل کو حل فرمادے گا۔

فَاَمَرَ اَنْ یَّتَوَضَّاءَ

آپ نے فرمایا ''تم وضو کرلو''

فَیُحْسِنُ الْوُضُوْءَ

اچھی طرح وضو کرو۔

یَدْعُوْ بِھٰذَا الدُّعَاءِ

پھر یہ دعا مانگو

دعا کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے وضو کیا اور ایک علیحدہ جگہ پر بیٹھ کر انہوں نے دعا مانگی۔ وہ کہنے لگا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں

وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ

اور میں تیری طرف توجہ کرتا ہوں کیسے:

بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ

میں تجھ سے اکیلا نہیں بلکہ میں تیرے نبی علیہ السلام کو ساتھ لے کر دعا کرتا ہوں۔ میں تیری طرف تیرے محبوب علیہ السلام کے ساتھ متوجہ ہوں۔ اگر چہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم علیحدہ بیٹھے ہیں لیکن سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت تو اُمتی کے

ساتھ ہے۔

کہنے لگا:

اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ

میں تیری طرف دربار رسالت میں آ کے متوجہ ہوں جس کو تو نے نبی رحمت بنایا ہے ہرادا جس محبوب علیہ السلام کی رحمت ہے میں اُن کے وسیلے سے آج دعا مانگ رہا ہوں۔

اس کا ترجمہ اور کیا ہوگا جب وہ بار بار کہتے ہیں:

اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ

اس میں با ساتھ کے معنی میں ہے اور با وسیلے کیلئے ہے اور سہارے کیلئے ہے صدقے کیلئے ہے کہ میں تمہارے نبی علیہ السلام کے صدقے اُن کے سہارے اُن کے وسیلے سے میں یہ دعا مانگ رہا ہوں۔ اُن کو ساتھ لے تجھ سے یا اللہ میں دعا مانگ رہا ہوں۔

بعض کتب میں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ موجود ہیں۔

يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ بِكَ

دعا تو اللہ تعالیٰ سے کی جا رہی ہے لیکن درمیان میں نبی علیہ السلام کو پکارا جا رہا ہے۔ اس واسطے کہ یہ طاغوت یا بت والا معاملہ نہیں ہے۔ ان کی جو اللہ تعالیٰ کے دربار میں عزت اور رویلیو ہے اُسی کا سہارا تو دعا کو میسر ہے۔ اس نسبت سے دعا کو قبولیت ملے گی۔

اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ

جامع ترمذی کے موجودہ نسخوں میں لک کا لفظ بھی موجود ہے اور کاف ضمیر خطاب ہے اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو خطاب ہے۔ جس طرح یا سے پکارا جاتا ہے اسی طرح ک سے بھی خطاب کیا جاتا ہے۔

صحابی علیحدہ جگہ پر بیٹھ کر دعا مانگ رہے ہیں لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کو اپنے پاس موجود سمجھ رہے ہیں۔ کہتے ہیں:

اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ

میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے دربار میں لے کے جارہا ہوں۔ اُدھر اللہ تعالیٰ سے کہا میں اس محبوب علیہ السلام کو ساتھ لے کے آیا ہوں اور اُدھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا توَجَّھْتُ بِکَ میں تمہیں ساتھ ملا کر اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں۔ کیوں

لِیَقْضِیَ لِیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ

تا کہ اس نسبت کی وجہ سے اور آپ کے وسیلے کی برکت سے میری یہ حاجت پوری کر دی جائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حل مشکلات میں باقاعدہ طور پر آپ کو سب سے بڑا وسیلہ تسلیم کیا گیا اور صحابی یہ دعا مانگ رہے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ

اے اللہ ان کی دعا میرے حق میں قبول فرمالے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش میرے بارے میں قبول فرمالے۔

طبرانی میں ہے:

جس وقت وہ صحابی دعا مانگ کر دربار رسول علیہ السلام میں حاضر خدمت ہوئے تو اُس وقت اُس کی آنکھیں روشن ہو چکی تھیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کو اللہ تعالیٰ کے دربار کا نمائندہ سمجھا گیا ہے۔ صحابہ کرام نے حاجات کیلئے یہاں کا رُخ کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو جو طریقہ بتا دیا تھا اُسی طریقے کے بعد میں بھی صحابہ اپنی اپنی حاجات کو پورا کرتے رہے۔

ایک شخص کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کام تھا۔ وہ حل نہیں ہوتا تھا یہی حضرت عثمان بن حنیف کہنے لگے "میں تمہیں نسخہ بتاتا ہوں کہ تم وضو کر کے دو رکعت نماز

پڑھ کے یہ دعا مانگو تمہارا کام ہو جائے گا۔ اگرچہ اُس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا۔ جب اُس نے انہیں لفظوں کے ساتھ دعا مانگی۔ اے روضہ پاک کے مکیں میں تمہیں ساتھ لے کے دعا کر رہا ہوں تو جس وقت اُس نے دعا کی تو اگلے لمحے دعا کو حل کر دیا گیا تھا تو یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں بھی ایسا موجود رہا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی آپ کو پکارنے سے حاجات پوری ہوتی ہیں اور مشکلات بھی حل ہوتی ہوئی آتی ہیں۔

بخاری شریف کی جلد ۲، ص ۸۷۵ پر یہ حدیث شریف ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اتنا واضح عقیدہ تھا کہ جس چیز کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن سے ہو گئی اُس چیز کو بھی انہوں نے اپنے لئے مشکل کشا سمجھ لیا۔ اللہ تعالیٰ کے اذن سے انہیں بھی حاجت روا مانا تو جس کے بدن سے لگی ہوئی چیز مشکل کشا ہے تو وہ بنفس نفیس کتنے بڑے مشکل کشا ہوں گے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو امہات المومنین میں سے ہیں اور ان کا سب سے آخر میں وصال ہوا۔ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔ ان کے پاس چاندی کی ڈبیہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک موجود تھے اور یہ سبق اُمت مسلمہ کیلئے درس تھا کہ ان سے تم کبھی بھی ہمسری نہ کرنا۔ تمہارے باتوں سے وبا پھیلتی ہے ان کے موئے مبارک سے شفا ملتی ہے اُن کو چاندی کی ڈبیہ میں سنبھال کے رکھا جاتا ہے۔

حضرت عثمان بن عبداللہ موہب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اَرْسَلَنِیْ اَھْلِیْ اِلٰی اُمِّ سَلَمَۃَ بِقَدَحٍ مِّنْ مَّآءٍ

حضرت عثمان بن موہب کہتے ہیں مجھے میرے گھر والوں نے پانی کا ایک

پیالہ دے کر حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجا۔ کیونکہ ہمارے ہاں سب صحابہ کرام اور تابعین کے لحاظ سے یہ دستور تھا جس شخص کو بھی نظر لگ جاتی وہ پانی کا پیالہ بھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلا جاتا تھا۔

كَانَ اِذَا اَصَابَ عَيْنٌ اَوْ شَىٌ

کان فعل ماضی ہے اور یہ استمرار پر دلالت کرتا ہے۔

جب بھی کسی کو نظر لگتی تھی یہ بھی مشکل ہے اوشی یا کوئی فرض لگ جاتا تھا تو یہ بھی صحابہ کرام کی مشکلات ہیں تو وہ کیا کرتے تھے وہ پیالہ لے کر حضرت ام المومنین ام سلمہ کے پاس چلے جاتے تھے۔ اُن کے پاس جا کر اپنی بیماری کا ذکر کرتے۔

دیکھو صحابہ کرام اور تابعین کا کتنا واضح عقیدہ ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار بھی کسی بیٹے کو جھڑکی نہیں دی کہ دیکھو تم پیالے اٹھائے ہوئے ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ سے سنتا ہے جب کوئی بیماری لگ جائے تو تم اللہ تعالیٰ کو پکارو۔ بیماری دور ہو جائے گی۔ ان پیالوں میں کیا پڑا ہے۔ تم میرے پاس کیوں آتے ہو ہرگز کسی کو جھڑکی نہیں دی بلکہ ہر ایک کے سامنے اس عقیدہ کو واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ سے سنتا ہے مگر نبی علیہ السلام کے موئے مبارک کے صدقے میں مدد اور شفا جلد مل جاتی ہے۔

جس وقت بیمار کا پیالہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچتا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کیا کرتی تھیں:

اَخْرَجَتْ مِنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَ كَانَتْ تُمْسِكُهٗ فِيْ جُلْجُلٍ مِّنْ فِضَّةٍ

چاندی کی ڈبیہ سے موئے مبارک نکال کر اُس کو پیالے میں ڈالتی

فَخَضْخَضَتْهُ

پھر بال کو اُس پیالے میں حرکت دیتیں اور پھر بال کو نکال کر جب وہ پانی مریض کو پلایا جاتا تو مریض کو فوراً شفا مل جاتی تھی۔

یہ کوئی تو ہم پرست لوگ نہیں بلکہ یہ حق پرست لوگ ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور بالخصوص ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو سب کچھ اپنی نگرانی میں کروارہی ہیں وہ سب سے بڑی ذمہ دار ہیں۔ انہوں نے امت مسلمہ کو یہ عقیدہ دیا کہ بتوں کا معاملہ اور ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ السلام کا معاملہ اور ہے۔

موئے مبارک کی طرف پیالے لے کر سفر کرنا' پانی میں موئے مبارک ڈالنا اور پھر نیت شفا سے پینا کہ یہ پانی پئیں گے تو بیماری دور ہو جائے گی۔ یہ وہ دین ہے جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عطا فرما رکھا ہے

مسلم جلد ۲، ص ۹۰ پر یہ حدیث شریف ہے:

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے پاس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جبہ تھا۔ وہ کہتی ہیں:

هٰذِهٖ جُبَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ جبہ کوئی عام جبہ نہیں بلکہ یہ میرے محبوب علیہ السلام کا جبہ مبارک ہے۔

كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ

یہ میری ہمشیرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا۔

لَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُهَا

جب اُن کا وصال ہو گیا تو یہ جبہ میں نے رکھ لیا۔

فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبِسُهَا

یہ وہ جبہ ہے جس کو ہمارے نبی علیہ السلام پہنا کرتے تھے۔

اب اس کی صورتحال کیا ہے؟

نَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى، نَسْتَشْفِيْ بِهَا

ہم جس وقت مشکل میں پھنستے ہیں تو کیا کرتے ہیں

نَحْنُ نَغْسِلُهَا

ہم اس جبے کو دھوتے ہیں۔

لِلْمَرْضٰى

مریضوں کیلئے

نَسْتَشْفِيْ بِهَا

اس کا پانی پیتے ہیں۔ بیماری سے شفا مل جاتی ہے۔

یہ حل مشکلات میں صحابہ کرام کا عقیدہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جبے کی طرف متوجہ ہوئے لیکن شرک نہیں بنا اور یہ توجہ غیر کی طرف قرار نہیں پائی۔ اس واسطے جبے میں جو فیض ہے وہ بدن نبوی کا ہے اور بدن نبوی میں جو کمال ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔

اس واسطے یہاں ان کو معبود سمجھے بغیر اللہ تعالیٰ کی مدد کا مظہر سمجھتے ہوئے سرکار کا بدن تو بدن رہا، کپڑے کو بھی جب اللہ کی مدد کا مظہر سمجھ لیا اُس سے مدد مانگنا یہ آج کے مسلمان کا عقیدہ نہیں۔ بلکہ یہ صفہ والے صحابہ کرام کا بھی عقیدہ ہے۔ انہوں نے ایک دو بار نہیں بلکہ حضرت اسماء کہتی ہیں نَغْسِلُهَا ہم اس کو بار بار دھوتے ہیں ہر بار شفا ملتی ہے۔

اس میں شفا کا کتنا بڑا ذخیرہ ہے۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کا وصال ۷۳ ہجری میں ہوا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد نصف صدی سے زائد وقت گزر چکا تھا مگر پھر بھی وہ برکت باسی نہیں ہوتی اور نوری پیکر سے کپڑے کو جو فیض ملا تھا وہ ختم نہیں ہوا۔

وہ کہتے ہیں ہم اس کو بار بار دھوتے ہیں۔ ہر بار اس کپڑے کی برکت جس وقت اس کو پانی لگتا ہے۔

نسبت دیکھو کپڑا بدن نبوی کو لگا اور پانی کپڑے کو لگا اور وہ پانی صحابی پی رہے ہیں۔ بدعتی نہیں صحابی نوش کر رہے ہیں۔

توھم پرست نہیں، توحید پرست صحابہ کرام وہ پانی پی رہے ہیں اس نسبت سے کہ اس سے شفا ملتی ہے۔ حدیث میں ہے:

نَسْتَشْفِیْ بِهَا

ہم اس جبے سے شفا چاہتے ہیں۔ اس کے صدقے اور وسیلے سے شفا چاہتے ہیں۔ اب سارے اُس جبے کا پانی پی کر پھر بھی توحید پرست ہیں۔ اس واسطے وہ سمجھتے ہیں جبکہ خود کچھ نہیں کرسکتا تھا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا فیض ہے۔ جو بدن نبوی میں آ گیا ہے اور بدن نبوی سے بھی اس جبے کو حصہ مل گیا ہے۔ اب اس کو جو پانی لگتا ہے وہ پانی اللہ کے فضل سے مشکل کشائی بھی کرتا ہے، حاجت روائی بھی کرتا ہے۔

(یہ حدیث شریف بخاری شریف کے ۲/۸۶۵ پر موجود ہے)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے اجتماع میں تشریف فرما تھے کہ ایک عورت آئی اور اُس نے ایک چادر کا تحفہ پیش کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس چادر کو اوڑھ لیا۔ سہل بن سعد اس حدیث کے راوی ہیں۔

آپ سے ایک صحابی نے وہ چادر مانگ لی اور میرے محبوب علیہ السلام نے وہ چادر صحابی کو دے دی۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس سے اُٹھے اُس پر دیگر صحابہ نے تنقید کی کہ تم نے آپ سے چادر کیوں مانگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چادر کی ضرورت تھی تب آپ نے تحفہ قبول کیا۔ تمہیں آپ سے چادر مانگنی نہیں چاہیئے تھی کیونکہ یہ دربار

ایسا نہیں ہے جہاں سے منگتا خالی جائے۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا تھا تم مانگتے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم چادر نہ دیتے تم کو مانگنے سے ہی اجتناب کرنا چاہیئے تھا۔

جس وقت انہوں نے یہ بات سنی تو صحابہ کرام کو جواب دیا'' وہ جواب سنو اور تمہارے سینے میں جو اس عقیدے کی جھلک موجود ہے اُس کی لذت محسوس کرو کہ اللہ نے آج بھی ہمیں صفہ والے صحابہ کرام کا عقیدہ عطا فرمایا ہے: کہتے:

وَاللّٰہِ مَا سَأَلْتُھَا اِلاَّ لِتَکُوْنَ کَفَنِیْ یَوْمَ اَمُوْتُ

خدا کی قسم! میں نے یہ چادر گرمی سے بچنے کیلئے نہیں میں نے تو یہ چادر نار جہنم سے بچنے کیلئے مانگی ہے۔

مَا سَأَلْتُھَا

میں اس کو نہیں مانگا۔ اِلاَّ مگر اس لئے

لِتَکُوْنَ کَفَنِیْ

یہ میرا کفن ہے۔

یَوْمَ اَمُوْتُ

جب میں فوت ہو جاؤں گا۔ اس دنیا سے جب میں جاؤں گا تو مجھے اس کا کفن پہنانا۔ اب کہاں یہ سوچ کہ بندہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بولتا رہے کہ وہ معاذ اللہ پوسٹ مین کی طرح آئے تھے۔ پھر چلے گئے کوئی فائدہ ہی نہیں دے سکتے اور کہاں صحابی کا عقیدہ جو کپڑا ان کے بدن سے لگا ہے وہ بھی قبر میں فائدہ دے گا۔ اس کو میرا کفن بنانا' میں نے یہ کفن بنانے کیلئے لے لی ہے تاکہ وہ قبر کی جگہ جہاں بھائی بھی مدد نہیں کر سکتا' بیٹا بھی نہیں دے سکتا' جگری دوست بھی مدد نہیں دے سکتا اُس وقت یہ چادر میرے ساتھ ہو گی تو میری منزلیں آسان ہو جائیں گی۔

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اُس صحابی کی بات کو تسلیم کرلیا۔

فَكَانَتْ كَفَنَهُ

جس وقت وہ صحابی فوت ہوئے تو اسی کا کفن پہنایا گیا۔ اس عقیدے کو صحابہ کرام نے پوری طرح واضح کر دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن سے دس سال نہیں، دس گھنٹے بھی نہیں بلکہ ایک لمحے عورت نے چادر دی، دوسرے لمحے وہ چادر آپ نے پہنی، تیسرے لمحے صحابی کو عطا فرمائی پھر بھی مشکل کشائی۔ ایک منٹ کیلئے جسم سے لگنے کی وجہ سے قبر روشن ہو جاتی ہے۔ لہذا صحابہ کرام کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لگنے والی چیزوں کے بارے میں اتنا واضح عقیدہ ہے تو پیکر نبوی کے بارے میں کتنا واضح عقیدہ موجود ہوگا۔

اب سلسلے میں معجم کبیر طبرانی ۴/۱۰۴ پر یہ حدیث شریف موجود ہے۔

جنگ یرموک میں حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی گم ہوگئی۔ آپ نے بار بار ٹوپی کی تلاش کیلئے لوگوں سے کہا" جب وہ ٹوپی ملی

اِذَا هِيَ قَلَنْسُوَةٌ

جب دیکھا گیا تو وہ ٹوپی پرانی سی تھی جس وقت پرانی ٹوپی کو دیکھا تو سب نے تعجب کیا کہ اس کے بغیر تم جنگ پہ نہیں جا رہے تھے۔ اے اللہ تعالیٰ کی تلوار کیا معاملہ تھا۔ اتنی تاخیر ہوگئی۔ یرموک میں دشمن سامنے اکڑ رہا تھا اور آپ ٹوپی کی تلاش میں تھے یہ کوئی اتنی قیمتی ٹوپی نہیں تھی یا وہ لوہے کا خول تھا جو تلوار کے حملے سے بچا سکتا ہو تو اس کی تلاش کیوں تھی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

لوگو اس ٹوپی کے کپڑے کو نہ دیکھو، بلکہ اس کی نسبت کو دیکھو۔ تم اس کے ظاہر کو دیکھتے ہو، تمہیں کیا خبر اس میں کیا خزانہ موجود ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ کیا

فَحَلَقَ رَاْسَهٗ

آپ نے اپنے سر کا حلق کیا۔

فَابْتَدَرَ النَّاسُ جَوَانِبَ شَعْرِهٖ

سر کے دائیں بائیں کے بال لوگوں نے جلدی سے لے لئے۔

فَسَبَقْتُهُمْ اِلٰی نَاصِیَتِهٖ

پیشانی والے بال میں نے لے لئے

فَجَعَلْتُهَا فِیْ هٰذِهِ الْقَلَنْسُوَةِ

وہ بال اس ٹوپی میں میں نے سلائی کرائے ہوئے ہیں۔

ٹوپی کے اندر وہ بال موجود ہیں۔ اب اگلہ جملہ دیکھو

جنگ کتنا مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔

لَمْ اَشْهَدْ قِتَالاً وَهِیَ مَعِیْ اِلاَّ رُزِقْتُ النَّصْرَ

آج تک جس جنگ میں یہ ٹوپی پہن کے گیا ہوں تو اس کی وجہ سے میری مدد کی گئی۔ اللہ نے اُس جنگ میں فتح ونصرت عطا فرمادی۔

صحابہ کرام کا حل مشکلات کے لحاظ سے کتنا واضح عقیدہ ہے۔ آج تک اگر میں ۶۰ جنگوں میں یہ ٹوپی پہن کے گیا ہوں تو اُن ۶۰ کے اندر ہی میں کامیاب نکلا ہوں اور یہ اُن کا عقیدہ ہے کہ جن کے بغیر وہ جنگ میں نہیں جا رہے تھے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ سے رابطہ تو برقرار ہی تھا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا بہترین ذریعہ ہے۔ جس کو فتح کی سند سمجھتے

تھے اور اُس کے بغیر نہیں جا رہے اور پھر بتایا کہ اس ٹوپی کے کپڑے کو دیکھو کے مجھ پہ تعجب نہ کرو۔ اصل میں یہ ٹوپی نہیں فتح کی سند ہے اور مدد کا سرٹیفکیٹ ہے۔ ان موئے کی برکت سے جس میدان میں اترتا ہوں میری مدد ہوتی ہے۔

اب بتاؤ جس خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا موئے مبارک کے بارے میں اتنا بڑا عقیدہ ہے تو سرکار کی ذات کے بارے میں کتنا بڑا عقیدہ موجود ہوگا۔

بعد از وصال آپ کو پکارنا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد از وصال یا سے پکارنا جائز ہے۔ یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔

مصنف ابن ابی شیبہ ۷/۴۸۲، البدایہ والنہایہ ۷/ ۹۸، الاصابہ ۶/ ۴۷ پر یہ حدیث موجود ہے۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط پڑا تو صحابی رسول حضرت بلال بن حارث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس چلے گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر وہی نعرہ لگایا جو آج کا مومن بھی نعرہ لگاتا ہے کہنے لگے "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

اِسْتَسْقِ لِاُ مَّتِکَ لِاَ نَّھُمْ ھَلَکُوْا

آپ قبر میں تشریف فرما ہیں امت ہلاک ہونے کو ہے۔ بارش کا بندوبست کر دو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو بارش ہو جائے۔

اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں ہیں۔ صحابی کا عقیدہ ہے میری درخواست

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سن بھی لیں گے اور سن کے میری مدد فرما بھی دیں گے۔ جس وقت انہوں نے یہ عرض کی اور پھر گھر میں جا کر سوئے خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ فرمایا:

أَخْبِرْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُمْ يُسْقَوْنَ

گھبرانے کی بات نہیں۔ عمر فاروق سے کہہ دو بارش کا بندوبست کر دیا گیا ہے

ایسے ہی امام بخاری نے اپنی کتاب الادب المفرد اس کو ذکر کیا۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ إِذَا خَدِرَتْ رِجْلُهُ

جب بندے کا پاؤں شل ہو جائے تو اُس کو کیا کرنا چاہیئے۔ یہ بطور مثال ایک مشکل کے حل کیلئے بطور نسخہ بیان کیا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نسخہ بیان کیا یہ تو امیر المومنین فاروق اعظم کے لخت جگر ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کہیں اُنکا پاؤں شل ہو گیا اور چلنے پھرنے میں بھی مشکل تھی کسی نے کہا ابن عمر گھبراتے کیوں ہو ذرہ اُن کو پکارو جو سب سے بڑے محبوب ہیں۔ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ کہا گیا تو آپ نے یا کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی اور کہا:

يَا مُحَمَّدَاهُ

جب یا کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا تو پاؤں اتنا جلد ٹھیک ہو گیا لگتا تھا کسی نے رسی سے باندھا ہوا تھا اب اس کو کھول دیا گیا ہے۔

(الادب المفرد، تحذیب الکمال فی اسماء الرجال ۱۱/۲۰۱، عمل الیوم واللیلہ ابن سنی ص ۷۲، الاذکار لنووی ص ۳۰۵، مصنف ابن الحاکی ۳۶۹، طبقات ابن سعد جلد ۴، ص ۱۰۸، تحفۃ الذاکرین شوکانی ص ۲۴۹)

ان سب پر یہ حدیث شریف موجود ہے اور اس مقام پر اُدْعُ کے الفاظ سے موجود ہے۔ فرمایا ''اُن کو پکارو جو کہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں''۔ اس مقام پر واضح طور پر سند کے لحاظ سے بھی بحث کی گئی ہے کہ اس کی سند بالکل صحیح ہے۔ اس کے علاوہ دیگر مسلم و بخاری نے بھی اس کو بیان کیا۔ یہ حل مشکلات کے لحاظ سے صحابہ کرام کے عقیدے کی مختصر سی جھلک تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی وہی عقیدہ عطا فرمایا ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس آواز حق کو آگے پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

==================